

ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ^{۱۷۸} وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيْثُ أَيْأُلِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَقَوَّنَ^{۱۷۹} كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا^{۱۸۰} الْوَصِيَّةُ لِلِّوَالِدَيْنِ

یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ اس پر بھی جو زیادتی کرتے، اس کے لیے دردناک سزا ہے۔ عقل و خرد رکھنے والوں تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔ اُمید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کرو گے۔

تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو، تو والدین اور رشتہ داروں کے لیے معروف طریقے سے

کر دیں اور اس صورت میں عدالت کے لیے جائز نہیں کہ قاتل کی جان ہی لینے پر اصرار کرے۔ البتہ جیسا کہ بعد کی آیت میں ارشاد ہوا، معانی کی صورت میں قاتل کو خون بہا ادا کرنا ہو گا۔

۱۷۹۔ ”معروف“ کا لفظ قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد وہ صحیح طریقہ کار ہے، جس سے بالعموم انسان واقف ہوتے ہیں، جس کے متعلق ہر وہ شخص، جس کا کوئی ذاتی مفاد کسی خاص پہلو سے وابستہ نہ ہو، یہ بول اُٹھئے کہ بے شک حق اور انصاف یہی ہے اور یہی مناسب طریقہ عمل ہے۔ رواجِ عام (common law) کو بھی اسلامی اصطلاح میں ”عرف“ اور ”معروف“ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور وہ ایسے تمام معاملات میں معتبر ہے، جن کے بارے میں شریعت نے کوئی خاص قاعدہ مقرر نہ کیا ہو۔

۱۸۰۔ مثلاً یہ کہ مقتول کا وارث خون بہا وصول کر لینے کے بعد پھر انتقام لینے کی کوشش کرے، یا قاتل خون بہا ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے اور مقتول کے وارث نے جو احسان اس کے ساتھ کیا ہے، اس کا بدلہ احسان فراموشی سے دے۔

۱۸۱۔ یہ ایک دوسری جاہلیت کی تردید ہے، جو پہلے بھی بہت سے دماغوں میں موجود تھی اور آج بھی بکثرت پائی جاتی ہے۔ جس طرح اہل جاہلیت کا ایک گروہ انتقام کے پہلو میں افراط کی طرف چلا گیا، اسی طرح ایک دوسرا گروہ عفو کے پہلو میں تفريط کی طرف گیا ہے اور اس نے سزا موت کے خلاف اتنی تبلیغ کی ہے کہ بہت سے لوگ اس کو ایک نفرت انگیز چیز سمجھنے لگے ہیں اور دنیا کے متعدد ملکوں نے اسے بالکل منسوخ کر دیا ہے۔ قرآن اسی پر اہل عقل کو مخاطب کر کے تنبیہ کرتا ہے کہ قصاص میں سوسائٹی کی زندگی ہے۔ جو سوسائٹی انسانی جان کا احترام نہ کرنے والوں کی جان کو

وَالَّا قَرِبُونَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۚ فَمَنْ بَدَّلَهُ
بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّهَا إِثْمٌ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ
سَمِيعٌ عَلَيْهِ ۖ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوْصِصِ جَنَّفَا أَوْ إِثْمًا
فَأَصْلَحَ بَيْهُمْ فَلَا إِثْمٌ عَلَيْهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ سَّرِّحِيمٌ ۚ ۱۸۲

وصیت کرے۔ یہ حق ہے متقی لوگوں پر ۱۸۲۔ پھر جنہوں نے وصیت سنی اور بعد میں اُسے بدل ڈالا، تو اس کا گناہ ان بد لئے والوں پر ہو گا۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ البتہ جس کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے نادانستہ یا قصدًا حق تلفی کی ہے، اور پھر معاملے سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان وہ اصلاح کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

محترم ٹھیراتی ہے، وہ دراصل اپنی آستین میں سانپ پالتی ہے۔ تم ایک قاتل کی جان بچا کر بہت سے بے گناہ انسانوں کی جانبی خطرے میں ڈالتے ہو۔

۱۸۲۔ یہ حکم اُس زمانے میں دیا گیا تھا، جب کروارثت کی تقسیم کے لیے ابھی کوئی قانون مقرر نہیں ہوا تھا۔ اُس وقت ہر شخص پر لازم کیا گیا کہ وہ اپنے وارثوں کے حصے بذریعہ وصیت مقرر کر جائے، تاکہ اس کے مرنے کے بعد نہ تو خاندان میں جھگڑے ہوں اور نہ کسی حق دار کی حق تلفی ہونے پائے۔ بعد میں جب تقسیم وراثت کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود ایک ضابطہ بنا دیا (جو آگے سورہ نساء میں آئے والا ہے)، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام وصیت اور احکام میراث کی توضیح میں حسب ذیل وقاعدے بیان فرمائے:

ایک یہ کہ کوئی شخص کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں کر سکتا، یعنی جن رشتے داروں کے حصے قرآن میں مقرر کر دیے گئے ہیں، ان کے حصوں میں نہ تو وصیت کے ذریعے سے کوئی کمی یا بیشی کی جاسکتی ہے، نہ کسی وارث کو میراث سے محروم کیا جاسکتا ہے، اور نہ کسی وارث کو اس کے قانونی حصے کے علاوہ کوئی چیز بذریعہ وصیت دی جاسکتی ہے۔

دوسرے یہ کہ وصیت کل جاندار کے صرف ایک تہائی حصے کی حد تک کی جاسکتی ہے۔

اُن دو تشریعی ہدایات کے بعد اب اس آیت کا منشاء قرار پاتا ہے کہ آدمی اپنا کم از کم دو تہائی مال تو اس لیے چھوڑ دے کہ اس کے مرلے کے بعد وہ حسب قاعدہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال کی حد تک اسے اپنے اُن غیر وارث رشتہ داروں کے حق میں وصیت کرنی چاہیے، جو اس کے اپنے گھر میں یا اس کے

لایہ ماں نیں اہم ایکتب علیہ کمہ الصیامہ کیا گیہ بعلی الین نیں ہیں قیلکھہ لعلکھہ یہیں دن لا آئاً ماں معدودات طفہن کار میکم دیجھا اونکلی سفیر قیلہ یہیں میں آیا ہر اخر وکلی الین نیں لیطیپیورہ فیلیہ صفاہم مسکینیں لے قسم نکلہم خیرا فھرو حیدر لہ

اسے لو جو جایاں لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے انہیاں کے پیروں پر فرض کی گئے تھے۔ اس سے تو قیہ کہ تم میں تقوی کی صفت یہاں ہو گی۔ چند متر نوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی یہاں ہو، یا سفر پر ہو تو دوسرے نوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہیں) تو وہ فدیری رہیں۔ ایک روز کے فریاں کیکن کو ہانا کھانا ہے اور جو اپنی خوشی سے کھڑیا رہ بھلائی کرے تو یا کی کے لیے بہتر ہے۔

خاندان میں مرد کے مستقی ہوں، یا میں وہ خاندان کے باہر تھا جا بات پاٹا ہو، یا فداہا م کے کاموں میں سے جس کی بھی وہ درکنا چاہے۔ بعد کے لوگوں نے وصیت کے اس حکم کو مخض ایک سفارشی حکم قرار دے دیا، یہاں تک کہ باعثوں ویسیت کا طریقہ منسونی ہو کر گی۔ لیکن تاریخ میں اسے ایک حق ترا دیا گیا یہ، جو خدا کی طرف سے ملتی لوگوں پہنچتا ہے۔ اگر اس حق کو ادا کرنا شروع کر دیا جائے تو ہبہت سے وہ موالات خود کی ہل ہجایں، جو بیڑاٹ کے بارے میں اگوں کو اونچن میں ڈالتے ہیں۔ مثلاً ان پتوں اور ناسوں کا ماحملہ جن کے مال بے پا دا درانا کی زندگی میں سر جاتے ہیں۔

۱۸۳— اسلام کے اکثر احکام کی طرح روزے کی فرضیت بھی بتدریج عائد گئی ہے۔ نی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں مسلمانوں کو صرف ہر میہن میں دن کے روزے رکھ کی پڑایت فرمائی تھی، مگر یہ روزے فرض نہ تھے۔ پھر ۲ ہجری میں رمضان کے روزوں کا یہ حکم فرمائی ہوا، مگر اس میں اتنی رعایت کمی کہ جو لوگ روزے کو براشت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر بھی روزہ نہیں، وہ روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیا کریں۔ بعد میں بھسکوں کے لیے، جن میں روزے کی طاقت نہ ہو، اس رعایت کو پہنچو دیا جائے اور اسی کی بعده دو حکم نازل ہوا اور یہا م رعایت منسوخ کر دی گئی۔ لیکن ریاض اور سافر اور حملہ یادووں پلے نے والی عورت اور ایسے میں جب غرباتی نہ رکھتی تو قفا کے اتنے روزے کو کھلائی جائے، باسی کروزہ بھر کے اور سکین کو کھانا بھی کھلائے۔

وَأَنْ يَصْوُمُوا حَيْرَكُمْ إِنْ كَتَمْمَدْ يَدْكُلُونَ ۝ يَسْهُرُ سَهْرَهُنَّ
إِنْدِيْنِيْلَ فِيْهِ الْعَرَافَهِنَّ هَرَّيِلَسِيْلَ وَبِيْسِيْلَ هَمْنِيْلَهِنَّ
وَالْعَرَفَانَ هَيْنِيْلَ شِيْهَلَهِنَّ وَالشَّهَرَ قَلِيْصِيْلَهِنَّ وَهَمْنَ
كَانَ مَرِيْصِهَا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فِيْسِيْلَهِنَّ هَمْنِيْلَهِنَّ

لکین اگر تم سمجھو تو تمھارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزہ رکھو۔ ۱۱۵

رمضان وہ مہینا ہے، جس میں ترکان نازل کیا گیا جو انہوں کے لیے سارے ہدایت ہے اور ایسی واسطے تعلیمات پر مشتمل ہے، جو اہل راست دکھانے والی اور حق وہاں کا فرق کھول کر رکھے جائیں۔ لہذا باب سے پہنچنے والی ہیں اس مہینے کو یہاں کو الازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر ہو تو وہ دوسرے نوں میں روزوں کی تعداد پوری کر لے۔

۱۸۵ - پہاں تک وہ ابتدائی حکم ہے، جو رمضان کے روزوں کے متعلق ۲۴ ہجری میں جنگ بدر سے پہلے نازل ہوا تھا۔ اس کے بعد کی آیات اس کے ایک سال بعد نازل ہوئیں اور مناسبت ہمدون کی وجہ سے اسی

سخن بیان میں شامل رہویں ہے۔

علیہ السلام سے ساکھ جو ہم پسپورٹ میں جایا رہتے تھے، ان میں سے کوئی روزہ رکھتا تھا اور کوئی نہ رکھتا تھا، اور دلوں گرد ہوں میں سے کوئی دوسرا پر اعتماد نہ کرتا تھا۔ خود انحضرت نے بھی کبھی سفر میں روزہ رکھا ہے اور بھی نہیں رکھا ہے۔ ایک سفر کے موقع پر ایک شخص بحال ہو گرگیا اور اس کے کردار لوگ ہیں ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھ کر دریافت فرمایا: کیا مسلمان ہے؟ عرض کیا گیا: روزے سے ہے۔ فرمایا: یہی نہیں ہے۔ جگ کے موقع ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو مرتبہ رمضان میں جنگ پر گئے۔ پہلی مرتبہ جگ بذری مرتباً یہ کر کے موقع پر، اور دلوں مرتبہ آم نے روزے چھوڑ دیے۔ اب اُنہوں کا میان ہے کہ یہ کے موقع پر چھوڑنے کے دلیقاً کار لہ یوم قتال فاقطروا۔ دوسرا مرتبہ آم کے دلیقاً کار لہ یوم قتال فاقطروا۔ میں یہ الفاظاً ہیں کہ الحمد لله دلوں میں عدو کم فاقطروا۔

أول المطربين وأليبيسي ومالينكيني

اور جو نریب ہو، وہ معروف طریقے سے کھائے۔ پھر جب ان کے مال اُن کے جو لے
کر نے کلوٹوں کو اس پر گواہ بنا لو، اور حسab لینے کے لیے اللہ کا فی کے سیکھاں کا مال
کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو مال بات پر اور رشتہ داروں نے چھوڑا
اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو مال بات پر اور رشتہ داروں نے چھوڑا
اور جس بیم کے موں پر بُنے کے لوگ اور تیم اور ملکیتیں تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دو

۱۱۱ - یعنی اپنا حق اخراجت اس حد تک لے کر ہر گھنٹہ جانبِ دار متعقول آدمی اس کو ماسب تسلیم کرے۔ نیزہ کہ جو بچہ نہیں حق اخراجت وہ لے، چوری چھپنے لے، یہ کہ علیہ نہیں کر سکے لے اور اس کا حساب رکھے۔

۱۲ - اس آئیت میں واضح طور پر پانچ قاتلوں کی دلیل کے ہیں: یک، یہ کہ میراث صرف مردوں کی کا حصہ نہیں ہے بلکہ مردوں کی اس کی حق دار ہیں۔ دوسرا، یہ کہ میراث بھر حال تھیں ہوئی پاہیے، خواہ وہ کتنی ہی کم ہو گئی کہ اگر

مرنے والے نے ایک گز کپڑا چھوڑا ہے اور اسی وارثت ہیں تو اسے بھی وہ حصوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ یہ اور بات ہے کہ یہکہ وارثت دوسرے والوں سے ان کا حصہ نہ ہے بلکہ تیرستے، اس آئیت سے یہ بات بھی پیش رکھتی ہے کہ وارثت کا

اموال والوں کے اموال والوں پر جاری ہوگا۔ خواہ وہ منقول ہوں یا نیز منقول، زری ہوں یا منعی، یا کسی اور منفی بال۔ پانچیں، اس سے یقاضہ گھنی لکھتا ہے جب مورث کوئی ہاں پھر مراحت پہنچتا ہوئے ہوں۔ پورتھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میراث کا حق اس وقت پہنچتا ہے جب مورث کوئی ہاں پھر مراحت پہنچتا ہوئے ہوں۔

فیان کی نسای فوی اہمیتیں فلہن تیشاہ امیرک جو ان کا نہ
واحدہ قلہہ الصلف ولا بُریلہ لکلی واحیہ مسجدیں اس
ہی امیرک ان کان لہول ہیان لہیش لہول وریش کے
آبوجہ قلہ ملہیں ہیان کان لہ اخرویہ قلہ مسجدیں اس

اگر (میت کی وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے۔^{۱۱}

اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو اوصاہر کے اس کا ہے۔

اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا

چاہیے۔^{۱۲}

اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کو تیسرا حصہ دیا

جائے۔^{۱۳}

اور اگر میت کے بھائی بھن بھی ہوں تو اس کی حصہ کی حق دار ہوگی۔^{۱۴}

اب بھلان پیوں سے کون نکال کرے گا، اس پر یا یات نازل ہوئیں۔

۱۵۔ میراث کے مسئلے میں یہ ایں اصولی پہاہت ہے کہ مرد کا حصہ گورت سے دو گناہے۔ پوچک شریعت نے خاندانی زندگی میں مرد پر زیادہ معاشری ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا ہے اور گورت کو بہت سی معاشری ذمہ داریوں کے بارے میں بحث کر رکھا ہے، لہذا اضافہ کا تقاضا ہی کہ میراث میں گورت کا حصہ مرد کی پیہست کم رکھا جاتا۔

۱۶۔ یہی حکم دو لڑکوں کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی لڑکا ہے جو دو ہو اور اس کی اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں، تو خواہ دو لڑکیاں ہوں یادو سے زائد، بھر حال اس کے کل ترکے کا ہم حصہ ان لڑکیوں میں یہی ہوگا، اور باقی ۳ ہم دوسرے داروں میں۔ لیکن اگر میت کا صرف ایک لڑکا ہو تو اس پر اجماع ہے کہ دوسرے داروں کی فیر موجودگی میں وہکی مال کا دارث ہوگا، اور دوسرے دارث موجود ہوں تو ان کا حصہ دوسرے کے بعد باقی سب مال اُسے ملے گا۔

۱۷۔ یہی میت کے صاحب اولاد ہوئے کی صورت میں بھر حال میت کے والدین میں سے ہر ایک ۱/۴ کا

ایلهه اقرب الکم نفعاً ملی میزمه و من الله امانته کان حلبیاً

(یہب حصہ اس وقت نکالے جائیں گے) جب کہ وہیت جوہیت نے کی ہو پوری کردی

جائے اور قرض جو اس پر ہوا کر دیا جائے ہے تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور محاری اولاد میں سے کوں بھاڑیں تم سے

جن داروں کا۔ خواہ میت کی وارث سرف بیٹیاں ہوں، یا بیٹے اور بیٹیاں ہوں، یا ایک بیٹا ہو، یا ایک بیٹی ہے باقی ہم تو ان میں دوسرے وارث شریک ہوں گے۔

۱۸۔ ماں باپ کے سو اکوئی اور وارثت نہ ہو تو باقی ہم باپ کو ملے گا۔ ورنہ ہم میں باپ اور دوسرے وارث

شریک ہوں گے۔

۱۹۔ بھائی بہن ہونے کی صورت میں ماں کا حصہ $\frac{1}{2}$ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح ماں کے حصے میں سے $\frac{1}{2}$ لیا گیا ہے، وہ باپ کے حصے میں ڈالا جائے گا، کیونکہ اس صورت میں باپ کی نسیہ داریاں پڑھ جاتی ہیں۔

یو اسخ رہے کہ میت کے والدین اگر زندہ ہوں تو اس کے بھائیوں کو حصہ نہیں پہنچتا۔

۲۰۔ میت کا ذریعہ قرض پرقدیر اس لیے کیا گیا ہے کہ قرض کا ہونا ہر مردے والے کے حق میں ضروری نہیں

ہے، اور وہیت کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔ لیکن حکم کے اعتبار سے امیت کا اس پر جامائی ہے کہ قرض وہیت پرقدیر

ہے۔ یعنی اگر میت کے ذریعہ قرض ہو تو سب سے پہلے میت کے ترک میں سے دو دارا یا جائے گا، پھر وہیت پوری کی

جائے گی، اور اس کے بعد وارثت یہم ہوگی۔ وہیت کے متعلق مودہ ترہ حاشیہ نمبر ۱۸۲ میں ہم تاکہیے ہیں کہ ادی کو

اپنے کمال کے $\frac{1}{2}$ کی حد تک وہیت کرنے کا اختیار ہے، اور وہیت کا تابعہ اس لیے مترکیا کیا ہے کہ قانون

وارثت کی رو سے جن مزبوروں کو میراث میں سے حصہ نہیں پہنچتا، ان میں سے جس کو یا جس جس کو ادی مدد کا مستحق پا

ہو، اس کے لیے اپنے اختیار پریزی سے حصہ مقرر کر دے۔ مشکل کوئی پیغمبا پاپوی موجود ہے، یا کسی بیٹی کو بھیت

کر دن کاٹ دی ہے، یا کوئی بھائی یا بہن یا بھادی یا چیچی یا بانیا یا اور کوئی عزیر ایسا ہے جو ہمارے کا تابع نظر آتا

ہے، تو اس کے حق میں وہیت کے ذریعے سے حصہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر وارثت داروں میں کوئی ایسا نہیں ہے تو

دوسرے مستحقین کے لیے یا کسی رفاقاً عام کے کام میں صرف کرنے کے لیے وہیت کی جا سکتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ادی کی کل یہیت میں سے ہم یا اس سے پھر ادی کے مستحق شریعت نے میراث کا ضابطہ بنا دیا ہے، جس میں سے شریعت کے

حکیمہ ۱۱ و کلمہ نصہ میں صاریح آرڈر اور جکم ان لم یکٹیں
لھیں وکلہ قیام کاں کھیں وکلہ قلکم الریبم وہاں ترکن من
بعد و حبیبہ یہ صیت بھیما آرڈین ط و لھن الریبم وہا
ئر کمہ ان لم یکٹیں لکم وکلہ قیام کان لکم وکلہ قلکم
اللہیں وہاں اس کمہ میں بعد و حبیبہ یہ صون بیها آرڈین ط

اور ساری مصلحتوں کا جانے والا ہے۔ اور مکاری میویں نے جو پچھہ چھوڑا ہواں کا اور صاحبہ یہ میں مل گا اگر وہ بے ولاد
و مکارے ترکے میں سے پوچھائی کی تھیں دار ہوں کی اگر کم نے اولاد ہو، ورنہ صاحبہ تھاڑا ہے جلب کو وصیت
ہوں کی صورت میں ان کا حضر آٹھواں ہوگا، بعد اس کے کچھ ویسیت تھیں کی ہو وہ لوگی
کرداری جائے اور جو قرض تھے چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے۔

نازدک و داروں کو مقرہ حضرتے گا۔ اور ۳ یا اس سے پچھے کو خود اس کی صواب دی پڑھوڑا گیا ہے کہ اپنے خصوص
خاندانی حالات کے لیے (جو نا ہر بے کہ برآمدی کے معاہلے میں مختلف ہوں گے) جس نظر میں مناسب سمجھے، یہم
کرنے کی وصیت کر دے۔ پھر اگر کوئی شخص اپنی وصیت میں ظلم کرے، یا بالفاظ دیگر، اپنے اختیار تینی کو غلط طور پر اس
طرح استعمال کرے جس سے کسی کے جائز متوافق مشارک ہوتے ہوں تو اس کے لیے یہ چارہ کا رکھ دیا گیا ہے کہ خاندان
کے لوگ بھی رضامندی سے اس کی اصلاح کر لیں، یا قاضی شریعی سے مداخلت کی ورخو اسست کی جائے اور وہ وصیت
کو ذرست کر دے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میر ارسال "یہم پوتے کی وراثت")

۳۱ یہ جواب ہے اُن سبب ناد اولوں کو جو میراث کے اس خداوی تاوانوں کو نہیں سمجھتے اور اپنی ناقص عقول سے
اس کو پورا کرنا چاہتے ہیں جو ان کے نزدیک اللہ کے بائی ہے جو سے تاوان میں وہ رہ گی ہے۔

۳۲ یعنی خواہ ایک بیوی ہو یا کوئی بیویاں ہوں، اولاد ہونے کی صورت میں وہ $\frac{1}{8}$ کی، اور اولاد نہ ہونے
کی صورت میں $\frac{1}{3}$ کی حضور ہوگی، اور یہ ۱۰ یا ۱۱ سب بیویوں میں برابری کے ساتھ یہ میکا جائے گا۔

وَإِنْ كَانَ سَاجِلٌ بِيُورَسٍ فَكَلَّهُ أَوْ أَبْوَبَهُ أَوْ
وَهُوَ حَسِيبٌ فَالْمُكْلِلُ وَالْمُحَلِّلُ فَكَلَّهُ أَكْبَرَ
مِنْ ذَلِكَ فَوَهْمٌ بَسِيرٌ كَعْدٌ فِي الشَّمْلَتِ هُنْ بُعْدٌ وَصَبِيلٌ يَرْصُدُ
يَهَا أَوْ دَيْنَ لَا يَبْدُو وَصَبِيلٌ يَهْنَ اللَّهُ وَاللَّهُ عَلَيْهِ

اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث نقصیم طلب ہے) بے اولاد ہی تو اور اس کے

مال باپ بھی زندہ نہ ہوں، مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن مجبود ہو، تو بھائی اور بہن ہر ایں
کو پھر ا حصہ ملے گا، اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل تک کے ایک تھائی میں وہ سب
شریک ہوں گے، جب کہ وصیت جو کی ہو پوری کر دی جائے، اور قرض جو میت نے پھر ا
ہوا اک دن یا جائے، پتھر لیکہ وہ صورت ساری نہ ہو۔ یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ انا وینا
میرا کو گناہ ادا کرنے کے بعد اس کو حصہ ملے گا، وہ اس پوری باتی

شیخ مکتبه علی بن ابی طالب

اس آیت کے متعلق مفسرین کا اجماع ہے کہ اس میں بھائی اور بہنوں سے کوئی مذکور نہ ہے اور وہ موتیلیہ میت کے ساتھ صرف ماں کی طرف سے رشتہ رکھتے ہوں اور باپ ان کا دروازہ ہے۔ اسے سے بھائی بہن، اور وہ موتیلیہ میت کے لئے جو باپ کی طرف سے میت کے ساتھ رکھتے ہوں تو ان کا حکم اسی مورہ کے آخر میں ارشاد ہوا ہے۔ ۳۲

ہوتے ہوں۔ اور قرض میں ضرر رسانی کیا ہے۔ لے سی ہی داریں۔ اسی چال پر جس سے مشکوڑیہ کو حق داری راست سے گھوڑا جاویں۔ اٹارا کرے جو اس نے الوان نہ یا یار کو اسی چال پر جسے کرویت میں نقصان رسانی پرے گناہوں میں سے اس قسم کے ضرر کو گناہ کیہرہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ایسا ہے کہ ریاست کے کام کرتا رہتا ہے، مگر اس قسم کے ضرر کو گناہ کیہرہ قرار دیا گیا ہے۔ کہ اوری تمام عمر ایں جنت کے سے کام کرتا رہتا ہے، مگر اور ایک دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اوری تمام عمر ایں جنت کے سے دوڑنے کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں کوئی نہیں کہا ہے جو اسے دوڑنے کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اس کا ذکر اس لیے فرمایا کہ معاں میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس لیے فرمایا کہ معاں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پر زندگی کو ایسے عمل پر ہم کر رہا ہے جو اسے دوڑنے کا مستحق بنا دیتا ہے۔

هذا بیان للناس و هدی و موعظة للمستيقظین

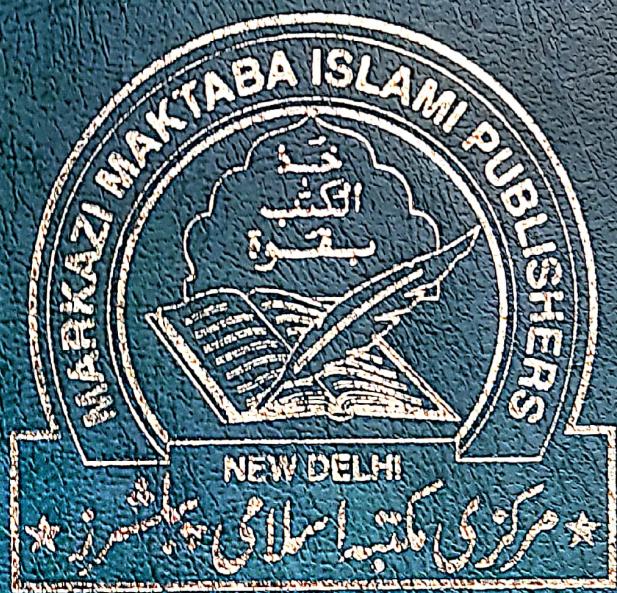
فخر القرآن

جلد اول

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی



حرکت علمی پاکستانی ملیٹری فوجی



مکتبہ اسلامی پرنسپلز